© rasailojaraid.com

حالاتِ حاضرہ

وقت کا ایک اہم مسئلہ

از

(جناب اسرار احمد صاحب آزادؔ ایڈیٹر جد و جہد)

گذشتہ دو ماہ سے دنیا میں جو واقعات پیش آتے رہے ہیں اگرچہ ان میں سے اہلِ مراقش کی جد و جہدِ آزادی، اہلِ ٹیونس کی قومی تحریک کی ایک بڑی حد تک کامیابی، نہر سویز کے مسئلہ پر مصر اور برطانیہ کے حالیہ معاہدہ کا ردِ عمل اور مستقبل میں مصر اور امریکہ کے تعلقات کی نوعیت ہند چینی میں خاتمۂ جنگ، فرانس کی جانب سے "یوروپین ڈیفنس کمیونٹی" میں شرکت سے انکار "سیاٹو" کا قیام، ہندوستان میں انڈونیشیا کے وزیرِ اعظم، ڈاکٹر علی سترومی جوجو کی آمد اور "قاہرہ سے منیلا تک علاقۂ امن کو وسعت دینے کے لئے" ایشیا اور افریقہ کے ممالک کی ایک کانفرنس منعقد کرنے کی تجویز اور پنڈت نہرو کا عزمِ سفرِ چین ایسے واقعات ہیں جنہیں بین اقوامی زاویۂ نظر سے اہم قرار دیا جا سکتا ہے لیکن ان واقعات کے ساتھ ساتھ خود ہمارے وطن ہندوستان میں بھی کچھ ایسے واقعات رونما ہوئے ہیں جو ملک کی ترقی اور تعمیر کے ہر خواہش مند کے لئے عموماً اور ہندوستانی مسلمانوں کے لئے خصوصاً دعوتِ فکر و نظر کی حیثیت رکھتے ہیں اور اسی لئے ہمیں بین اقوامی معاملات و مسائل کی بجائے ملک کے ان مسائل پر غور کرنا چاہئے جو براہِ راست ہماری زندگی کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔

یہ امر محتاجِ بیان نہیں کہ اگست کے صرف ستائیس دنوں میں یو۔پی اور حیدرآباد ایسی دو ریاستوں میں تیرہ فسادات برپا ہوئے ہیں اور اگر ان فسادات کی تباہ کاری کی تفاصیل کو نظر انداز بھی کر دیا جائے تو ستائیس دن کی مدت میں تیرہ فسادات کا برپا ہونا بجائے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خود ایک ایسا دل دوز اور روح فرسا واقعہ ہے جو دنیا کی ناقص ترین جمہوریت کے ارباب بست وکشاد کے سروں کو بھی شرم اور ندامت سے جھکا دینے کے لئے کافی ہے اور جہاں تک جمہوریہ ہند کا تعلق ہے اس کے دامن پر تو یہ مسلسل فسادات ایک ایسے سیاہ داغ کی حیثیت رکھتے ہیں جنہیں آسانی کے ساتھ دھو ڈالنا ممکن نہیں ہو سکتا۔ ۱۹۴۷ء میں جو الم ناک واقعات پیش آئے تھے ان کی نوعیت کو کسی نہ کسی حد تک ہنگامی قرار دے کر انھیں نظر انداز کیا جا سکتا ہے لیکن حالیہ فسادات کے اسباب و علل پر سرسری نظر ڈالنے کے بعد بھی یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ انھیں کسی وقتی تحریک یا مقامی حالات کا نتیجہ قرار دینا خود اپنی عقل و بصیرت کو فریب میں مبتلا کرنے کے مترادف ہوگا اور معاملہ کا یہی وہ پہلو ہے جس نے ان ہنگاموں کے مسئلہ کو زیادہ نازک اور زیادہ قابل توجہ بنا دیا ہے۔

ہمیں اس حقیقت کے اعتراف سے مسرت محسوس ہونی چاہئے کہ تقسیم ہند کے بعد بھی ہندوستان میں جو کروڑوں مسلمان آباد ہیں اگرچہ ان کے قیام اور تحفظ میں ہندوستان کے دستور اور اس ملک کی حکومت کی خیر سگالانہ حکمت عملی کو بھی دخل ضرور حاصل ہے لیکن اس معاملہ میں ہم اکثریت کے ان فراخ دل، غیر متعصب اور نیک نہاد عناصر کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتے جو ہندوستان کو اپنی ہی طرح مسلمانوں کا وطن بھی سمجھتے اور اس ملک میں ان کے مساوی شہری حقوق کو تسلیم کرتے ہیں اور میرا پختہ عقیدہ یہ ہے کہ اگر اکثریت میں یہ حق پسند طبقہ موجود نہ ہوتا تو پھر اس ملک کا موجودہ دستور اور اس ملک کی موجودہ حکومت بھی مسلمانوں کو ہندوستان میں موجود اور مقیم رکھنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی تھی۔ اس صورتِ حال کے پیش نظر قدرتی طور پر یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ —— جمہوری ممالک کے کسی مسئلہ کو بھی محض حکومتیں حل نہیں کر سکتیں بلکہ یہ مسائل حکومت اور عوام کے اشتراکِ عمل ہی سے حل ہو سکتے ہیں اور ہندوستانی قوم میں ابھی ایسے افراد اور عناصر موجود ہیں جو ان مسائل کو حل کرانے میں نہ صرف مسلمانوں کی امداد ہی کرتے رہے ہیں . . . .

بلکہ مستقبل میں بھی ان کی ہر ممکن امداد اور اعانت کرنے . . . .

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر آمادہ ہیں۔۔۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ جمہوریت کا بنیادی تقاضہ یہ بھی ہے کہ جس طبقہ یا فرقہ کو اپنے حقوق غیر محفوظ نظر آئیں پہلے وہ خود ان کے تحفظ پر آمادہ اور کمربستہ ہو کیوں کہ مغرب کی ناقص جمہوریت ایسے معاملات میں بذاتِ خود اصلاحِ حالات کی کوئی ذمہ داری قبول نہیں کرتی۔

ان سطور میں جہاں میں گذشتہ ہنگاموں کی تباہ کاریوں کے اعداد و شمار پیش کرنا نہیں چاہتا وہیں ان کے اسباب و علل پر بحث کرنا بھی بے کار سمجھتا ہوں لیکن ان باتوں کو نظر انداز کر دینے کے باوجود یہ شرمناک حقیقت اپنی جگہ قایم رہتی ہے کہ ہندوستان میں برابر فسادات ہوتے رہتے ہیں اور اگست میں برپا ہونے والے فسادات کے پیش نظر یہ شبہ بھی ہونے لگا ہے کہ اگر حکومت ان ہنگاموں کو نظر انداز نہیں بھی کرنا چاہتی تب بھی وہ ان کا سدباب کرنے سے قاصر ضرور ہے اور اس شبہ کے ساتھ ساتھ یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ آج جب کہ ہند یونین کی عنانِ قیادت پنڈت جواہر لال ایسے کشادہ دل اور روشن دماغ رہنما کے ہاتھوں میں ہے اور ملک کی وزارتِ عظمیٰ اور کانگریس کی صدارت ایسے عظیم مناصب پر بھی وہ خود ہی فائز ہیں اگر ملک کا وہ بنیادی مسئلہ بھی طے نہیں ہوسکتا جسے طے کرنے کے لئے ملک کی تقسیم کی غیر دانشمندانہ تجویز کو قبول کیا گیا تھا تو پھر مسلمانوں اور اکثریت کے ان عناصر کو جو اس ملک میں رہنے والے مسلمانوں کو آبرومندانہ اور بے خوف زندگی بسر کرتے ہوئے دیکھنا چاہتے ہیں دیانت داری اور سنجیدگی کے ساتھ اس بات پر غور کرنا پڑے گا کہ اس نیک مقصد کے حصول کے لئے انھیں کیا کرنا چاہئے اور اس راہ میں پہلا قدم ان مسلمانوں ہی کو اٹھانا چاہئے گا جن کا دامن تعصب اور تنگ نظری کے داغوں سے پاک رہا ہے اور جو ہر حال میں ہندوستان کو اپنا وطن سمجھتے رہے ہیں۔

اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ سوال صرف فسادات سے نجات حاصل کرنے ہی کا نہیں بلکہ مستقبل میں آبرومندانہ زندگی بسر کرنے کا ہے۔ کیوں کہ گذشتہ سات سال کے حالات نے اس بات کو واضح کر دیا ہے کہ اس ملک کا شہری اور دستورِ ہند کی رو سے مساوی شہری، اقتصادی، معاشرتی اور سیاسی حقوق کا مستحق ہونے کے باوجود ہندوستانی مسلمان پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آبرومندانہ زندگی بسر کرنے کی راہیں مسدود ہی ہوتی چلی جا رہی ہیں اور اگر اس نے خود ان راہوں کو کشادہ کرنے کی کوشش نہ کی اور اپنے اہلِ وطن کے بالغ نظر عناصر کو اس کام میں اپنے ساتھ تعاون اور اشتراکِ عمل کرنے کی دعوت نہ دی تو رفتہ رفتہ اس پر زندگی کے تمام دروازے بند ہو جائیں گے۔ پھر یہاں اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کر دینا چاہیئے کہ قوموں کے مسائل جذبات کے تحت اور جذباتی ماحول میں حل نہیں ہوا کرتے اور انھیں حل کرنے کے لئے صبر، استقلال اور تدبر و اعتدالِ ذہن درکار ہوتا ہے اور اگرچہ اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ترقی یافتہ ترین عوام بھی حالات کو جذبات کی نظر سے دیکھنے سے محفوظ نہیں رہتے لیکن یہ حقیقت بھی اپنی جگہ تسلیم شدہ ہے کہ اگر کسی نازک موقع پر ان کے دیانت دار رہنما بر وقت کوئی قدم اٹھالیں اور عوام پر اپنے اقدام اور ان کے زاویہ نظر کے حُسن و قُبح کے فرق کو واضح کرنے کی کوشش کریں تو عوام کا زاویہ نگاہ تبدیل ہو جاتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یوں سمجھنا چاہیئے کہ عوام میں موقع پرست، غیر ذمہ دار اور غرض مند افراد کی مقبولیت اور کامیابی کا راز یہ ہے کہ ان کے حقیقی رہنما بظاہر بر وقت کوئی قدم نہیں اٹھاتے اور خواہ ان کی یہ خاموشی، دور اندیشی، بہی خواہی اور خیر سگالی ہی پر مبنی کیوں نہ ہو لیکن عوام اسے ان کی بے حسی، عافیت کوشی، خود غرضی، بے عملی اور قوم یا فرقہ کے ساتھ بے تعلقی پر محمول کرتے ہیں اور غرض مند عناصر ان کے ان شکوک کو یقین کی صورت میں بدل دینے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اس طرح ایک ایسی صورت حالات پیدا ہو جاتی ہے جس میں حقیقی مسئلہ کا حل ہونا تو درکنار اس میں مزید پیچیدگیاں پیدا ہوتی چلی جاتی ہیں اور عوام ہر نئی پیچیدگی اور ناکامی کی ذمہ داری اپنے حقیقی اور مخلص رہنماؤں پر عاید کرتے جاتے ہیں۔

بہر حال موجودہ حالات اس بات کے متقاضی ہیں کہ مسلمانوں کے مخلص رہنما، تقسیم ہند کے بعد پہلی مرتبہ جمع ہو کر مسلمانوں کے تمام مسائل پر غور کریں اپنے ذہن و فکر کی تمام تر صلاحیتوں کو اس بات کے سمجھنے اور سمجھانے پر مرکوز کر دیں کہ ملک کی سیاست، حکومت، اقتصادیات اور معاشرے کے ساتھ مسلمانوں کا کیا تعلق رہنا چاہیئے؟ ان پر ملک کی جانب سے کیا فرائض عائد ہوتے ہیں اور ان فرائض کی ادائیگی کے لئے خود ملک میں ان کی حیثیت کیا ہونی چاہیے۔ پھر اسی اجتماع میں اس معاملہ پر بھی ایک مختتم رائے قائم کر لی جانی چاہیئے کہ موجودہ حالات میں مستقبل کو تابناک اور محفوظ بنانے کے لئے ہندوستانی مسلمانوں کو اپنی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کن کن خصوصیات اور روایات کو ترک اور فراموش کر دینا چاہئے اور کن کن خصوصیات اور روایات کے تحفظ اور بقا کے لئے جدوجہد کرنا اور اس ملک کے غیر مسلم عناصر کو اپنے ساتھ تعاون اور اشتراکِ عمل کی دعوت دینا چاہئے۔ بہرحال اس اجتماع میں جو مسائل زیر بحث آسکتے ہیں یا جن مسائل کو زیر بحث آنا چاہئے یہاں ان کی تشریح اور تفصیل کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی اور یہ کام اسی حال میں مفید اور مناسب ثابت ہوسکتا ہے جب کسی ایسے اجتماع کے انعقاد کا فیصلہ کر لیا جائے۔

حالیہ فسادات کے پیشِ نظر بعض افراد اور حلقوں کی جانب سے اس خیال کا اظہار بھی کیا گیا ہے کہ پارلیمنٹ اور ریاستی مجالس قانون ساز کے مسلم اراکین کو بطورِ احتجاج ان اداروں کی رکنیت سے مستعفی ہو جانا چاہئے۔ اس تجویز میں عوام کے لئے جو کشش موجود ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ لیکن اس تجویز کی دل کشی کے باوجود عوام بھی اس بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ احتجاج کا مرحلہ اس وقت پیش آتا ہے جب کہ افہام و تفہیم کی راہیں بند ہو جاتی ہیں اور قومی مسائل کو حل کرنے کے لئے اس قسم کا کوئی قدم اٹھانے سے پہلے حصولِ مقصد تک جدوجہد کو جاری رکھنے کے لئے کسی لائحہ عمل کا پیش نظر ہونا ضروری ہوتا ہے محض احتجاج سے قومی مسائل کو حل نہیں کیا جا سکتا اور بحالت موجودہ یہ تجویز نہ صرف ناقابلِ عمل ہی نہیں بلکہ اس سے کوئی خاطر خواہ نتیجہ بھی نہیں نکل سکتا پھر چونکہ ہم ماضی میں عنوانات کی اسی طرح کی دل فریبیوں سے بہت کچھ ٹھوکریں کھا چکے ہیں اس لئے اب ہمیں زیادہ سے زیادہ محتاط اور ہوشمند رہنے کی ضرورت ہے۔

بہرحال ملک کے موجودہ حالات کے پیش نظر اور خود ملک کی فلاح و بہبود کے لئے مسلمانوں کے مسائل کو حل کرنے کی غرض سے جلد از جلد کوئی موثر قدم اٹھانے کی ضرورت ہے لیکن یہ قدم جذبات کے ماتحت نہیں اٹھایا جانا چاہئے اور اگر اسے مسلمانوں کے ایک ایسے اجتماع کی صورت میں اٹھایا جائے جسے آئندہ چل کر اس ملک کے جمہوریت پسند غیر مسلم عناصر کی حمایت، تائید اور اعانت بھی حاصل ہو سکے تو یہ امر ہماری جدوجہد کی کامیابی کا ضامن ثابت ہوگا [ان سطور کے لکھے جانے کے بعد، میری نظر سے ہندیونین کے وزیر داخلہ ڈاکٹر کاٹجو کا وہ مقالہ گذرا جو موصوف نے اس ملک میں مسلمانوں اور ہندوؤں کے تعلقات کو مستقل طور پر خوشگوار بنانے کے لئے قلمبند فرمایا ہے اور چونکہ برہان کی اس اشاعت میں اس مقالہ کا تجزیہ ممکن نہیں ہو سکتا اس لئے اسی قدر لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں کہ اس مقالہ کی اشاعت کے بعد مسلمانوں کے ایک اجتماع کے انعقاد کی ضرورت بہت زیادہ بڑھ گئی ہے اور اب اس مسئلہ پر غور نہ کرنا وقت کے ایک اہم تقاضہ کو نظر انداز کر دینے کے مترادف ہوگا۔

© rasailojaraid.com